© rasailojaraid.com

پروفیسر مسز ثریا علوی

یہ سیکولر نظام تعلیم !

استعماری طاقتوں نے آغاز ہی میں یہ بات محسوس کرلی تھی کہ مسلمان اپنے پختہ کردار، جاندار روایات اور بہترین تعلیمی نظام کی بنا پر غلام نہیں بنائے جاسکتے۔ اگر وہ عارضی طور پر چالاکی وعیاری کے ذریعہ غلام بنا بھی لئے جائیں، تب بھی ان میں خوئے غلامی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ وہ صرف ربِّ واحد کو اپنا حاکم اعلیٰ سمجھتے ہیں اور کسی اپنے جیسے شخص کا غلام یا مفتوح بننا اپنی مؤمنانہ غیرت وحمیت کے منافی جانتے ہیں۔ لہٰذا ان غیر ملکی آقاؤں نے برصغیر ہندوپاک میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے اپنے مخصوص مفادات کا حامل انگریزی نظامِ تعلیم رائج کیا۔ یہ نظامِ تعلیم جو کئی برسوں کی مسلسل غوروفکر اور سوچ بچار پر مشتمل تھا، اسے ۱۸۳۵ء میں ''لارڈ میکالے کے تعلیمی نظام'' کے نام سے نافذ کیا گیا۔ اس نظام کے اہم خدوخال مندرجہ ذیل تھے :

۱۔ تعلیم کا اصل مقصد یورپی ادب اور یورپی سائنس کا فروغ ہے۔

۲۔ ذریعہ تعلیم انگریزی ہوگا۔

۳۔ سرکاری خزانے کی تمام رقم صرف اسی تعلیم کے لئے مختص ہوگی۔ ہندوستان کے پرانے تعلیمی اداروں کو جو تھوڑی بہت اِمداد دی جارہی ہے، اسے بالکل ختم کردیا جائے گا۔

۴۔ تعلیم کا مقصد یہ قرار دیا گیا کہ وہ سرکاری ملازمت کے لئے لوگوں کو تیار کرے۔ بالخصوص نچلی سطح کے انتظامی عملے (کلرک) کی فراہمی کا بندوبست کرے۔

۵۔ حقیقی اسلام کی تصویر مسخ کرکے غیر محسوس طریقے سے لادینیت کو فروغ دیا جائے۔

ساتھ ہی حکومت نے اعلان کردیا کہ ملازمت کے دروازے صرف ان لوگوں کے لئے کھولے جائیں جو نئی تعلیم سے آراستہ ہوں اور ان لوگوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بالکل بند کردیئے جائیں جو پرانے نظامِ تعلیم کی پیداوار ہوں۔ میکالے نے اس موقع پر اپنی پالیسی کا مقصد صاف اور واضح انداز میں بیان کیا کہ

''ہمیں ایسی نسل تیار کرنا ہے جو دیسی آبادیوں کے لئے ہمارے افکار ونظریات کی ترجمان ہو۔

© rasailojaraid.com

جو رنگ و نسل کے اعتبار سے بلا شبہ ہندوستانی ہو، مگر فکر و نظر اور سیرت و اخلاق کے لحاظ سے خالص انگریز ہو اور برطانیہ کی سول ایڈمنسٹریشن میں ملازمت کی اہل ہو۔''

علاوہ ازیں وہ اہل ہند کو اس طرح ذہنی طور پر مرعوب کر کے اپنی برطانوی مصنوعات کی کھپت کے لئے مارکیٹ بنانا چاہتے تھے۔

بتدریج ارتقا

اور پھر اس کے بعد شعبۂ تعلیم پر حکومت کی گرفت مضبوط ہونے لگی۔ نئے نظام کے تحت بہت سے پرائمری سکول اور ثانوی تعلیم کے ادارے قائم ہونے لگے۔ ۱۸۵۷ء میں 'انڈین یونیورسٹیز ایکٹ' پاس ہونے سے کئی یونیوسٹیاں بھی قائم ہوئیں۔ اس طرح پرائمری، ثانوی اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم سے نئے تعلیمی نظام کو مکمل نشوونما کا موقع ملا اور مغربی طرز کی اعلیٰ تعلیم فروغ پانے لگی۔ تعلیم کا نظام جو برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کے ہزار سالہ دورِ حکومت میں مکمل آزادی کی فضا میں پرورش اور نشوونما پا رہا تھا اور ہر ایک کے لئے مساوی تعلیم کے مواقع فراہم کرتا تھا، علاوہ ازیں اس میں تعلیم لازمی اور ہر ایک کے لئے مفت تھی۔ اربابِ حکومت اور عام دولت مند افراد تعلیم و تعلّم کے لئے فراخدلانہ امداد کر رہے تھے۔ پھر تعلیم و تربیت کا یہ سلسلہ کسی کے ماتحت نہ تھا، جس میں استاد اور شاگرد کے درمیان گہرے روحانی روابط موجود تھے۔ یہ تعلیم مسجد، خانقاہ اور عام مدارس میں دی جارہی تھی۔ مگر اب یکسر سارا تعلیمی نظام تبدیل ہو کر رہ گیا تھا۔ اب انگریز حکمرانوں نے مسلمانوں کے پرانے تعلیمی نظام کی بساط مکمل طور پر لپیٹ کر رکھ دی۔ مدارس کے لئے اہل خیر نے جو بڑی بڑی جائیدادیں وقف کر رکھی تھیں، حکومت نے وہ جائیدادیں ضبط کر لیں۔ فارسی زبان (جو اس وقت مسلمانوں کی سرکاری اور دفتری زبان تھی) کی تعلیم پورے ملک میں حکماً بند کر دی گئی۔ اس طرح مدارس کا درسِ نظامی والا نظامِ تعلیم آدھا مفلوج ہو گیا یعنی اس کا دینی حصہ تو باقی رہ گیا مگر فارسی والا حصہ جو سرکاری اُمور کا ضامن تھا، کٹ کر گر پڑا۔

اب صرف وہ سخت جان مدارس باقی رہ گئے جو سیاست، تمدن اور معاش کی سخت مار کے باوجود بھی اپنے مقام سے نہ ہٹے۔ یہ نیا تعلیمی نظام ہندوؤں میں تو خوب مقبول ہوا مگر مسلمانوں نے اسے اللہ، رسول، آخرت اور اخلاقی اقدار کے منافی سمجھتے ہوئے، اسے اختیار کرنے میں حیل و حجت اختیار کی۔ انہیں انگریزی کی تعلیم پر اعتراض نہ تھا بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے یہ فتویٰ بھی دیا تھا کہ ''انگریزی زبان سیکھنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔'' مگر مسلمانوں کا اصل اعتراض ہی یہ تھا کہ یہ نئی تعلیم سیکولر ہے جو مزاج، مقاصد، اپنے نصابِ تعلیم اور اپنے اجتماعی ماحول کے اعتبار سے دین اسلام اور اسلامی

© rasailojaraid.com

تہذیبی و اخلاقی اقدار سے دور لے جانے والی تھی اور اس کی روح پر مادّیت اور عیسائیت کا غلبہ تھا۔ اس کا مقصد بظاہر صرف انگریز کی ملازمت دلانا تھا اور بباطن پڑھنے والے مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کرنا تھا۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب لکھا تھا:

مذہب چھوڑو، ملت چھوڑو، صورت بدلو، عمر گنواؤ
صرف کلرکی کی اُمید اور اتنی مصیبت توبہ توبہ!

مسلمانوں میں سرسید اس نئے نظامِ تعلیم کے سب سے بڑے مؤید تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو قومی عصری ضروریات کو پورا کرنے اور سیاسی دھارے سے ہم آہنگ ہونے کے لئے جدید تعلیم کی ضرورت پر زور دیا اور چند جزوی ترمیمات کے بعد اسے اپنے قائم کردہ 'محمڈن اینگلو انڈین اورینٹل کالج' علی گڑھ میں نافذ کردیا۔

علی گڑھ کالج: علی گڑھ کے اورینٹل کالج نے تعلیمی دنیا میں جو خدمات انجام دیں، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر مجموعی حیثیت سے علی گڑھ کی تعلیمی تحریک کے نتائج مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہی رہے۔ آج ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ برصغیر کے مسلمانوں کو جو فکری، تہذیبی، اخلاقی اور تعلیمی مسائل درپیش ہیں، بڑی حد تک علی گڑھ اور اس کے بنائے ہوئے ذہن کی پیداوار ہیں۔ مسلمانوں میں جدید تعلیم کا تناسب تو کچھ بڑھ گیا مگر جس مقصد کے لئے تعلیم دی جاتی ہے یعنی نظامِ تعلیم کو ملّی نظریات و روایات اور مقصدِ حیات سے ہم آہنگ کرنا، وہ اس میں مفقود ہے۔ آج ہزار خواہشوں کے باوجود تعلیم کی تشکیل جدید کی راہ میں جو رکاوٹ ہے وہ سرسید کے علی گڑھ کا پیدا کردہ مغربی تعلیم والا لادینی مزاج ہے۔

مسلمانوں کی دیگر علمی تحریکیں

تعلیم کے میدان میں علی گڑھ کے ساتھ ساتھ اس دور میں مسلمانوں میں اور بھی کئی تحریکیں اٹھیں۔ کئی نئے مدارس قائم کئے گئے مثلاً دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلما لکھنؤ، جامعہ ملیہ دہلی وغیرہ، مگر یہ سارے تعلیمی ادارے اس مغربی زہر کا تریاق نہ کرسکے جو مغربی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو پلایا جارہا تھا۔ اس جدید مغربی تعلیم کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مسلمانوں کا تعلیمی معیار انتہائی پست ہوکر رہ گیا۔ تخلیقی صلاحیتیں مفقود ہوگئیں۔ مغربی نقالی اور مغربی آقاؤں کی غیر مشروط وفاداری ہی جدید تعلیم کا طرۂ امتیاز بنی۔

مسلمانوں کا تعلیمی نقصان

جس وقت انگریزوں نے ملک کا اقتدار سنبھالا تھا تو جنرل 'سیل مین' (Seeleman) کی رپورٹ کے مطابق جو انیسویں صدی کی ابتدا میں مسلمانوں کے تعلیمی مقام و مرتبے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

© rasailojaraid.com

''دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں ہندوستانی مسلمانوں سے زیادہ تعلیم کا رواج عام ہو۔ ہر وہ شخص جسے ۲۰ روپے ماہوار کی ملازمت حاصل ہو، وہ اپنے بیٹوں کو کسی وزیراعظم کے بیٹے کے برابر تعلیم دلواتا ہے۔ جو کچھ ہمارے بچے یونانی اور لاطینی زبانوں کے ذریعے سیکھتے ہیں، یہاں کے نوجوان وہی باتیں عربی اور فارسی کے ذریعے سیکھتے ہیں۔ سات سالہ نصاب کے مطالعہ کے بعد یہاں کا مسلمان نوجوان علم کی تمام شاخوں، گرامر، بلاغت، منطق وغیرہ سے قریب قریب اتنا ہی واقف ہوتا ہے جتنا آکسفورڈ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ کوئی نوجوان۔ اور حیرت یہ ہے کہ یہ بھی اسی طرح سقراط، بقراط، ارسطو، افلاطون، جالینوس اور بوعلی سینا کے متعلق بڑی روانی سے گفتگو کرسکتا ہے۔''
('نظامِ تعلیم' از پروفیسر خورشید احمد: صفحہ ۷۸)

صرف بنگال کے علاقے میں انیسویں صدی کے آغاز میں ایڈم کی مشہور رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ مدارس موجود تھے۔ مگر انگریزوں نے تعلیم کا حلیہ اتنا بگاڑا کہ جب وہ یہاں سے گئے تو پورے ملک میں خواندگی کا معیار 11.8% اور اسکول کے تعلیم یافتہ افراد کا تناسب صرف 5% سے بھی کم تھا۔ کہاں 84% خواندگی کا معیار اور صرف بنگال میں ایک لاکھ مدارس اور کہاں یہ 11% معیارِ خواندگی اور پورے برصغیر میں ایک لاکھ چونسٹھ ہزار تعلیمی ادارے اور معیار بھی پست ؎ بہ بین تفاوت از کجا تا کجا!

اوپر سے انگریزوں کے بے سروپا دعوے کہ انہوں نے ہندوستان کو تعلیم دی اور تہذیب سکھائی۔ کیا یہی فروغ تعلیم ہے؟ اگر یہ فروغِ تعلیم ہے تو تعلیم کی تباہی کس چیز کا نام ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ انگریزوں نے سوتیلی ماں والا سلوک کیا۔ محض سیاسی اغراض کے لئے اسے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا، جس نے جی حضوریے تو پیدا کردیے مگر ایسے انسان نہ پیدا کرسکا جو بدلتے حالات میں اپنے لئے آزادانہ فیصلے کرکے نئی راہیں نکال سکتے، جو ان کی کردار سازی کرسکتے۔ پھر انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر تعلیم یافتہ افراد کا رشتہ اپنے ہم وطنوں سے کاٹ کر مغربی دنیا سے جوڑ دیا گیا۔

موجودہ تعلیمی حالت

قیامِ پاکستان کے بعد بھی یہ نظامِ تعلیم جزوی تبدیلیوں کے ساتھ اسی طرح جاری رہا۔ اس وقت ہم ایک ایسے نظام تعلیم میں گھرے ہوئے ہیں جو ہمارے عقائد، اخلاقی و دینی اقدار، ثقافت، ملکی ضروریات، روایات اور ہمارے ادب غرض ہر چیز کے لئے چیلنج ہے۔ ملک کا ہر فرد اور اربابِ اختیار بھی اس کے خلاف نوحہ کناں ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ خود اس نظام کے تعلیم یافتہ افراد اس کی خامیوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ خود مغرب سے مرعوب اور ان کے وفادار ہیں، وہ اس تعلیمی نظام کو جڑ سے اُکھاڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

© rasailojaraid.com

وقتاً فوقتاً اصلاحِ احوال کے لئے اس میں اسلامیات کے ایک آدھ جزوی پیریڈ کی، کبھی ناظرہ قرآن کی اور کبھی برائے نام ترجمہ قرآن کی پیوندکاریاں ہوتی رہتی ہیں۔مگر 'دِلی ہنوز دور است' والا معاملہ رہتا ہے۔

ہمارا اصل تعلیمی مسئلہ اس کے کسی ایک جز کی اصلاح نہیں بلکہ پورے نظامِ تعلیم کی اصلاح ہے۔ اس کے مقاصد، اس کا نصاب، اس کا ماحول، اس کا طریق تدریس، اس کی روح غرض ہر چیز تبدیلی کا تقاضا کرتی ہے۔مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات اس وقت تک پوری ہو نہیں سکتیں جب تک اس پورے نظام کو ازسرنو اسلامی بنیادوں پر استوار نہ کیا جائے ،ہمیں اس مغربی تعلیمی نظام کو مٹانا ہے اور اس کی جگہ بالکل نیا نظام قائم کرنا ہے۔ جب تک پہلے اس کی تخریب اور ملی وقومی ضروریات کے مطابق تعمیر کا عمل بروئے کار نہیں لایا جاتا، ہمارے اسلامی مقاصد اور ضروریات ملکی کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مغربی علوم کے ساتھ اسلامیات یا دینیات کی پیوندکاری کو مضر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک طرف آپ ایک طالب علم کو تمام دنیوی علوم اس طریقے سے پڑھاتے ہیں کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ بے خدا ہے اور خدا کے بغیر چل رہا ہے اور خوب کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ جو علم بھی وہ پڑھتا ہے، اس میں اسے کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اس کارخانہ دنیا میں یا کارخانہ زندگی میں کہیں خدا کا کوئی مقام ہے، کہیں رسول کا مقام ہے، کہیں وحی کی حاجت ہے! سارے کے سارے نظامِ زندگی کو وہ اسی نکتہ نظر سے دیکھتا ہے!!

اس کے بعد یکایک آپ اسے دینیات کی کلاس میں لے جا کر اس کو بتاتے ہیں کہ خدا بھی ہے، رسول بھی ہے، وحی بھی آتی ہے اور کتابیں بھی آتی ہیں۔آپ ذرا غور کیجئے کہ دنیا کے مجموعی تصور سے الگ اور بالکل بے تعلق کر کے یہ اطلاق جو آپ اس کو دے رہے ہیں، اس کو اس مجموعے میں آخر کہاں نصب کرے گا؟ کس طرح آپ کو طالب علم سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ کائنات اور زندگی کے بے خدا تصور کے ساتھ، دینیات کی یہ پوٹلی جو آپ الگ سے اس کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں، اسے وہ کھول کر روز کے روز اپنے دوسرے اجزاے علم کے ساتھ ترکیب دیتا رہے گا اور خود بخود اپنے ذہن میں ایک باخدا تصور مرتب کرتا رہے گا؟''

پھر اس نظامِ تعلیم کے بارے میں خود قائداعظم نے یہ بات کہی تھی کہ

''ہمارے نظامِ تعلیم میں عرفانِ خدا کا تصور نہیں، منزلِ مقصود متعین نہیں اور معنوی بصیرت کا سرے سے فقدان ہے۔'' (ہمارا نظامِ تعلیم از پروفیسر سعید اختر: صفحہ ۱۱۴،۱۱۵)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

مغربی تعلیم کی ہیئت ِترکیبی

مغربی تعلیم قدیم یونانی و رومی افکار پر مبنی ہے۔ یونانی بت پرست مشرک تھے جبکہ رومی عیسائی، اس لئے یہ نظام تعلیم اپنے مضمرات کے لحاظ سے مذہب بیزار اور ملحدانہ ہے۔ چونکہ عیسائیت کے عقائد اور تعلیم کی عقلی توجیہ ناممکن ہے۔ عقیدۂ تثلیث اور کفارہ کے عقیدہ کو کوئی بھی معقول آدمی تسلیم کرنے سے ہچکچاتا ہے اور پھر اس کی تعلیم جامد اور ناقابل عمل ہے، سائنسی ترقی کا وہ ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس لئے انہوں نے ''مذہب میں عقل کو دخل نہیں'' کہہ کر مذہب کو انسانی زندگی کا ایک پرائیویٹ شعبہ قرار دیا اور علوم و فنون، جدید سائنس وٹیکنالوجی سے 'اللہ' کو خارج کردیا۔ انہوں نے سائنسی علوم میں حواس اور مشاہدہ کو ترجیح دی چونکہ اللہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ لہٰذا تمام سائنسی شاخوں میں اللہ کی قدرت کی بجائے نیچر (فطرت بمعنی قدرت) کا لفظ استعمال کیا۔ اللہ کی خالقیت، ربّ کی ربوبیت کا انکار کردیا گیا۔ اس کی جگہ یہ کہا گیا کہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا خود بخود وجود میں آئی ہے۔ انہوں نے وحی الٰہی سے اپنے آپ کو محروم رکھ کر دنیا کے آغاز و انجام کے بارے میں اپنے خود ساختہ فلسفے گھڑے اور پھر اپنی معاشرت، سیاست اور معیشت کے لئے بھی تمام خود ساختہ قوانین ترتیب دیئے۔

اسلامی نظامِ تعلیم کی ہیئت ِترکیبی

اسلامی نظام تعلیم کی نوعیت اس سے مختلف تھی کہ مسلمان مفکرین اور علما اپنی کتب کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیا پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد اپنے مطلوبہ موضوع پر لکھنا شروع کرتے۔ پھر تمام فطری قوانین کی تشریح وحی الٰہی کی روشنی میں کرتے، ان کی کتب جابجا اللہ کی قدرت کو نمایاں کرتیں۔ رسولؐ کی محبت اُجاگر کرتیں، عوام میں اتباعِ رسولؐ کا جذبہ اُبھارتیں، اسلامی شریعت کی حکمتیں اور برکتیں واضح کی جاتیں۔ ان میں اخلاقِ عالیہ کو نمایاں کرنے کی کوشش ہوتی۔ اس طرح ان کتب سے استفادہ کرنے والا ایک طرف مخلص مسلمان ہوتا تو دوسری طرف اعلیٰ درجے کا عالم و فاضل بھی ہوتا۔

کوئی جتنا بڑا عالم ہوتا اتنا ہی وہ عاجز، منکسر مزاج، اللہ و رسولؐ کا فرمانبردار اور مخلوق خدا کا ہمدرد وغمگسار ہوتا۔ وہ آخرت کی جواب دہی کے شعور سے مالا مال ہوتا اور اُخروی رضا کے لئے علم کا فیض دوسرے لوگوں تک پہنچانا اپنی ذمہ داری سمجھتا اور عملی زندگی کے مسائل حل کرنے میں لوگوں کی حتیٰ الامکان مالی و اخلاقی مدد بھی کرتا تھا۔ پھر مسلمان بچوں کی تعلیم بھی اسی طرح کی ہوتی جو ان کو ابتدا ہی سے پکا مسلمان اور ہمدرد انسان بنانے والی ہوتی تھی۔

سیکولر نظام تعلیم اور اسلامی نظام تعلیم کا موازنہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اسلامی تعلیم	لادینی (یا لبرل) تعلیم
۱۔اس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے اور علم حقیقی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے۔	۱۔ یونان سے شروع ہوئی۔ رومیوں سے ہوتے ہوئے مغرب تک پہنچی۔اس میں حواسِ خمسہ اور مشاہدہ تعلیم کی بنیاد بنتے ہیں.
۲۔ اسلامی تعلیم آفاقی ہے۔	۲۔ ہر قوم کے مخصوص نظریات کے گرد گھومتی ہے۔
۳۔ اسلام میں حصولِ تعلیم ایک عبادت ہے۔	۳۔مغربی تعلیم صرف روزگار کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔
۴۔ اس کا واضح نصب العین ہے۔ یعنی رضاے الٰہی کا حصول، اپنے دین کے مسائل و احکام سے واقفیت، اللہ پرایمان مضبوط ہو، نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہو اور آخرت کی جواب دہی کا شعور قوی تر و مضبوط ہو۔	۴۔اس کا مقصد صرف مادّی فوائد کا حصول ہے۔ ملازمت ملے۔ سرمایہ زیادہ سے زیادہ بڑھے۔جانوروں کی طرح بے مقصد اور بے کار زندگی گزرتی ہے۔جس کا مقصد 'صرف کھاؤ پیو اور عیش کرو۔'
۵۔اس سے روحانی اور مادّی دونوں آسودگیاں حاصل ہوتی ہیں،لہٰذا یہ تعلیم جامع اور مکمل ہے۔	۵۔ یہ تعلیم دینی عقائد اور آخرت کو تسلیم نہیں کرتی۔ زندگی کے معاشی ومادّی فوائد کے لئے کوشاں رہتی ہے۔اس لئے خود غرضی،نفسانفسی اور مفاد پرستی سکھاتی ہے۔
۶۔یہ اخلاق و کردار کی تعمیر اور بہترین سیرت کی تشکیل کرتی ہے۔	۶۔اس میں صرف معلومات ہوتی ہیں جن کا کردار سازی اور تربیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔
۷۔ یہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی سکھاتی ہے، بلکہ اپنے نفس اور پھر جانوروں تک کے حقوق ادا کرنا سکھاتی ہے۔اس طرح اپنے فرائض کی ادائیگی اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا شعور قوی تر کردیتی ہے۔	۷۔ یہ تعلیم چونکہ آخرت کی جزا وسزا کے تصور سے عاری ہے لہٰذا صرف اپنا اور اپنی قوم کا مفاد حاصل کرنا سکھاتی ہے۔اس کا مقصدِ تعلیم 'برائے حصولِ معاش' اور 'برائے عظمتِ وطن' ہے مادرِ وطن کی خدمت کرنا ان کا بڑا بلند نصب العین ہے۔
۸۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں توازن اور اعتدال کا عنصر پایا جاتا ہے۔	۸۔یہاں اجتماعیت اور انفرادیت دونوں میں انتہا ہے، کہیں افراط ہے، کہیں تفریط، اعتدال کہیں نہیں۔
۹۔ ہر کام میں جزا وسزا اور آخرت کی جوابدہی کا عنصر انسان کو گناہ اور جرم کرنے سے روکتا ہے۔	۹۔ یہ مذہب کو پرائیویٹ معاملہ سمجھتی ہے اور کفارہ کے مسئلہ پر ایمان رکھنے والا گناہ اور جرم کرنے میں بیباک ہوجاتا ہے۔
۱۰۔ یہ سیرت و کردار میں پختگی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ امانت داری، صبر، محبت اور خدمتِ خلق جیسے بہترین اوصاف اُبھارتی ہے۔	۱۰۔چونکہ اس کا نصب العین صرف مادی فوائد کا حصول ہے۔ لہٰذا ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے روپیہ کمانا یا اکٹھا کرنا ضروری ہے، رشوت، کرپشن، لوٹ مار، ناجائز استحصال ڈاکہ زنی، تشدد سکھاتی ہے اس لئے جرائم میں اضافہ کا باعث ہے۔
۱۱۔ یہ مساوات اور اُخوت اور بنی نوع انسان کی رضاے الٰہی کی خاطر خدمت کرنا سکھاتی ہے۔	۱۱۔پھر خصوصاً یہ خوشامد سکھاتی ہے۔ اپنے باس کے سامنے انتہائی چاپلوسی اور عاجزی مگر اپنے سے نیچے والوں کے لئے ظالمانہ فرعونی انداز اختیار کرنا سکھاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

۱۲۔شرح خواندگی 100% کیونکہ سب مسلمانوں کو پڑھنے کا تاکیدی حکم ہے اور ہر مسلمان بچہ مساجد میں اتنا علم ضرور حاصل کرلیتا ہے، جس سے اپنی زندگی کے دینی وعملی مسائل حل کرسکے۔

۱۳۔ اسلامی تعلیم لازمی، مفت اور یہاں یکساں تعلیمی مواقع سب کے لئے ہیں۔

۱۴۔ یہ غوروفکر پرابھارتی اور تخلیقی صلاحیتیں پیدا کرتی ہے۔

۱۵۔ یہاں ہاتھ کی کمائی دست کاری اور صنعت وحرفت کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔

اسی طرح مغربی لادینی نظام تعلیم کے دیگر بے شمار نقائص ہیں۔

۱۲۔یہاں غیر ملکی زبان انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر شرح خواندگی عمداً بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ عوام جو نچلا طبقہ ہے، پڑھ لکھ کر کہیں برابر نہ آجائے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کربیٹھے۔ بالفاظِ دیگر یہ تعلیم صرف اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

۱۳۔چونکہ تعلیم کے گراں قدر اخراجات ہیں۔ لہٰذا صرف امیر پڑھ سکتے ہیں، غریبوں کو آخر تعلیم کی کیا ضرورت؟

۱۴۔چند فرسودہ معلومات کو رَٹ کر امتحان پاس کرنا سکھاتی ہے۔غوروفکر کی عادت پیدا نہیں کرتی۔ تحقیق وتفتیش سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۱۵۔مغربی تعلیم نے صرف اور صرف ملازمت ہی کو ہمارے ہاں باعث ِشرف و وقار قرار دیا، دستی ہنر کو عار سمجھا گیا، ٹیکنالوجی کے حصول اور صنعت و حرفت سے پڑھے لکھے نوجوان عمداً گریز ہی کرتے رہے۔

یہ مادّہ پستی کا محرک ہے

صرف ایک مقصد بنایا گیا ہے کہ پڑھ لکھ کر ملازمت حاصل کرنا یہی مقصدِ وحید ہے، اس تعلیم کا۔ اگر فارغ ہونے کے بعد جائز طریقے سے دولت ملے تو ٹھیک وگرنہ پھر لوٹ مار، چوری ڈاکہ سے مال حاصل کرنا ضروری ہے۔ دولت کے بغیر تعلیم بالکل ضائع اور بیکار سمجھی جاتی ہے اور اب تو یہ مادّہ پرستی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اصل مقصود تو حصولِ ملازمت و دولت ہے۔ اس کے لئے سند کی ضرورت ہے اور سند امتحان میں کامیابی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سند کے حصول کے لئے امتحانوں میں ناجائز ذرائع بھی اختیار کئے جانے لگے، ڈگریاں فروخت ہونے لگیں، سندوں کی خرید وفروخت کے جعلی کاروبار ہونے لگے، پرچے بلکہ امتحانی سنٹرز تک بکنے لگے۔

اخلاقی فساد

اس تعلیم نے اتنے کڑوے کسیلے پھل دیے ہیں کہ وطن عزیز پاکستان کو، جو لا الہ الا اللہ کے نعروں اور وعدوں کے ساتھ وجود میں آیا تھا، اور جس کو اسلام کا قلعہ بننا تھا، لوٹ کھسوٹ، ڈاکہ زنی، چوری چکاری، بے حیائی، آوارگی فکرونظر، قتل وغارتگری، تشدد، دہشت گردی، اغوا برائے تاوان اور گینگ ریپ کا مرکز بنا دیا گیا۔ سیاسی طور پر، اخلاقی طور پر، مالی و معاشی میدان میں، معاشرتی زندگی میں، غرض ہر پہلو سے اسلامی نظریہ، مقصد اور نصب العین سے انحراف جاری رہا، اور اس انحراف کے ذمہ دار یہ پڑھے لکھے، اعلیٰ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تعلیم یافتہ صاحبِ اقتدار طبقہ ہے۔ اب یہاں مغربی جمہوریت اور مغربی سرمایہ داری کا دور دورہ ہے جو اپنے جملہ فسادات اور بڑھتے ہوئے جرائم کے ساتھ ہمارے دینی، ملکی اور قومی تقاضوں کو ملیا میٹ کررہا ہے۔ اس نے تو فکری غلاموں، ذہنی مجرموں، دہریوں، سیاسی ابن الوقتوں، اپنی تہذیب کے غداروں، میر صادق، میر جعفر کو ہی جنم دیا ہے۔ إلا ماشاء اللہ !

یہ دین بیزار نظامِ تعلیم ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مروّجہ نظامِ تعلیم ٹھوس دینی تعلیم سے عاری اور اخلاقی اقدار سے خالی ہے۔ یہ سیکولر نظام تعلیم اللہ و رسولؐ کی تعلیمات سے دور کرنے والا، ملحد اور مذہب بیزار بنانے والا ہے۔ دوسری طرف یہ اہل مغرب کی وفاداری کا دم بھرنے والا ہے۔ اس نے ملی غیرت، قومی حمیت، مؤمنانہ شجاعت و بے باکی کو ختم کرکے خوئے غلامی کو مستحکم کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کی انکوائری رپورٹ میں درج ہے

''درس گاہوں میں نہ وہ حیاتِ روحانی ہے جو طالب علموں میں سوزِ دروں پیدا کرے، نہ وہ وحدتِ اجتماعی ہے جو اس کی وفاداری کو استواری بخش سکے، نہ وہ ذہنی و اخلاقی شعلہ ہے جو اس کے سینے میں ولولوں کے چراغ روشن کرے۔'' ('پنجاب یونیورسٹی انکوائری رپورٹ': صفحہ ۵۲)

اور علامہ اکبرالہ آبادی نے کہا تھا :

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی!

اس سے زیادہ المیہ کیا ہوگا کہ ہمارے بچے، ہماری ذہانت، قابلیت، ہمارا سرمایہ، ہماری سرزمین، مگر جو بچے ان جان گسل مالی و جانی محنتوں اور والدین کی بے پناہ قربانیوں کے بعد تیار ہورہے ہیں، وہ اسلام اور پاکستان کے وفادار نہیں بلکہ مغربی مفادات کے علم بردار اور مغربی آقاؤں کے وفادار ہیں۔ اس نظام کے تعلیم یافتہ لوگ صرف کلرک اور جی حضوریے بن سکتے ہیں جو ملکی تقاضوں کو نہ سمجھ سکتے ہیں، نہ ان کو پورا کرسکتے ہیں۔ ہمارے وطن عزیز کو محض اعلیٰ تعلیم کی ضرورت نہیں بلکہ بنیادی اور معقول پیشہ وارانہ تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ ہمیں ماہرین زراعت، اعلیٰ سائنس دان، اعلیٰ دست کار اور صنعت کار کی ضرورت ہے۔ اچھے ڈاکٹر اور اچھے انجینئر ہماری بنیادی ضرورت ہیں۔ مگر اس تعلیم سے ایسے مخلص محبِّ دین و وطن اور قومی تقاضوں کو پورا کرنے والے افراد پیدا ہونے ناممکن ہیں۔

اس تعلیم نے زندگی کو دو خانوں میں بانٹ دیا ہے

اسلام تو پوری زندگی کا پروگرام ہے، یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ہمارے روحانی و مادّی تقاضوں کو بیک وقت پورا کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر معاملے میں اپنے اصولوں کی حکمرانی چاہتا ہے۔ ایک مسلمان کا دین اس کی دنیا سے الگ نہیں، اس کی 'دینیات' اس کی 'دنیویات' سے متصادم نہیں۔ مگر یہ نظامِ تعلیم دین کو دنیاوی ترقیوں کی راہ میں حائل سمجھتے ہوئے اسے بالکل ذاتی اور پرائیویٹ مسئلہ سمجھتا ہے۔

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کو اس طرزِ تعلیم سے روشناس کرانے کا مقصد یہ تھا کہ اسلام صرف مسجد کے حجروں اور خانقاہوں میں مقید رہے اور مسلمانوں کی عام زندگی مغرب کے کافرانہ اصولوں پر چلتی رہے اور اجتماعی زندگی میں اسلام کوئی فیصلہ کن قوت نہ بن سکے۔

تعلیم پر دولت مندوں کی اجارہ داری

اس نظام تعلیم کی بنیادی خرابی یہ بھی ہے کہ یہ نظام، تعلیم پر چند دولت مندوں کی اجارہ داری قائم کر کے ملک کی ۹۰% آبادی کو علم سے محروم رکھتی ہے۔ تعلیم کے گراں قدر اخراجات ہیں۔ مہنگی فیسیں اور مہنگی کتب، اور عام آدمی کے لئے اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ تعلیم تو قدرت کی وہ نعمت ہے جس تک ہر مسلمان کی رسائی ضروری ہونی چاہئے۔ کیونکہ طلبِ علم کا فریضہ ہر مسلمان مرد وزَن پر واجب ہے۔ ہمارے بہت سے ذہین بچے محض دولت نہ ہونے کی بنا پر اقبال، اکبر، حالی، شبلی، نیوٹن، آئن سٹائن بنے بغیر خاک میں مل جاتے ہیں۔ ایسے مفلس اور تنگ دست لوگوں کی ذہنی قوتوں کو نشوونما دینے اور انہیں انسانیت کی خدمت میں استعمال کرنے کے لئے تعلیم کو مفت قرار دینا انتہائی ضروری ہے۔

ذریعہ تعلیم، انگریزی

۱۔ محض اس لئے رکھا گیا کہ ایک غیر ملکی زبان کو بہت کم لوگ سمجھ سکیں گے۔ اس طرح ان کی شرحِ تعلیم کم رہے گی۔ لہٰذا ہمارے ماتحت رہیں گے اور مرعوب رہیں گے۔

۲۔ زبان محض زبان نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے پورے لاؤلشکر یعنی تہذیب وثقافت سمیت آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ انگریزی خواں حضرات مغربی تہذیب اور مغربی طور اطوار پر دل و جان سے فریفتہ ہیں۔ یہ لوگ وہی بے راہروی، فحاشی اور عریانی یہاں بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔

۳۔ ان کے مرتب کردہ نصابات اور درسی کتب، انگریزی زبان میں تھیں اور جملہ علوم بھی انگریزی زبان میں، نتیجہ یہ ہوا کہ علم اور انگریزی کو لازم وملزوم سمجھ لیا گیا اور عربی و فارسی اور اردو کی تعلیم کو پسماندگی اور دورِ قدیم کی یادگار قرار دے دیا گیا۔ اس سے مسلمانوں کا اپنے شاندار ماضی، آباؤ اجداد کے گراں قدر علمی ورثہ سے رشتہ ختم ہوگیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ اس حد تک مرعوب ہوا کہ ہر وہ چیز جو مغرب سے آئے، وہ ترقی کا لازمہ سمجھی جائے اور ہر دیسی و وطنی چیز ناقابل اعتبار بلکہ راندۂ درگاہ ٹھہری۔ المیہ در المیہ یہ کہ خود یورپ نے ترقی انہی اسلامی علوم وفنون کے بل پر کی تھی اور مسلمان مفکرین ودانشوروں کی گراں قدر کتب سے خوب استفادہ کیا تھا جبکہ خود مسلمانوں کا رشتہ انگریزی زبان کے ذریعے انہوں نے اس شاندار علمی ورثہ سے کاٹ دیا اور ان اسلامی کتب کو اپنے کتب خانوں کی زینت بنا دیا۔ تا کہ نہ مسلمانوں کے پاس یہ کتابیں رہیں، نہ وہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ بقولِ علامہ اقبالؒ

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی   جو دیکھیں ان کو یورپ میں، تو دل ہوتا ہے سی پارہ

© rasailojaraid.com

مرعوبیت اور منافقت

مسلمانوں پر اپنا مغربی نظامِ تعلیم ٹھونسنے کے بعد عیسائی مشنریوں نے اسلام پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ نت نئے اعتراضات پیدا کئے مثلاً اسلام تاریک دور کے لئے آیا تھا۔ آج کا زمانہ جدید ہے، جدید دور میں عرب کے بدو دور کا دین اور بدویانہ تہذیب نہیں چل سکتی۔ ترقی کرنی ہے اور دورِ جدید کا ساتھ دینا ہے تو تمہیں ہماری تہذیب اور تعلیم پر 'آمنا وصدقنا' کہنا ہوگا۔ مغربی طرزِ فکر، مغربی لباس، مغربی آداب واطوار اور رسوم ورواج کو اپنانا ہوگا۔

☆ ان مغربی آقاؤں نے اپنے دورِ حکومت میں اسلامی ممالک میں اپنے وفاداروں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں، مراعات دیں اوراپنے علاقے میں رہنے والے تمام عوام کو جو پہلے مسلمان ہونے کے ناطے ان کے بھائی بند اور مساوی تھے۔ اب ان کو کیڑے مکوڑوں کی طرح روندنے کی تلقین کی تاکہ عوام میں سے کوئی ان کی حکومت کے خلاف اُف تک نہ کرسکے۔

☆ خود انہوں نے ہمارے مالی وسائل جی بھر کر لوٹے اور مغرب میں پہنچائے۔ پھر اپنے ان وفاداروں کو اپنے ملک کے تمام وسائل جی بھر کو لوٹنے کی تربیت دی۔

☆ 'سول سروس' کے مقابلہ کے تمام امتحان انگریزی میں رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ انگریزی خواں طبقہ اس کے ذریعہ حکمرانی کے تمام حساس اور کلیدی شعبے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر یہ انگریز آقا جاتے وقت اقتدار اپنے اسی وفادار انگریزی خواں طبقے کو دے کر گئے۔

یہ لوگ ہمیشہ اپنے آپ کو ملک میں اعلیٰ طبقہ اور عوام کو ادنیٰ طبقہ سمجھتے رہے اور آزادی کے بعد بھی اسی مغربی تہذیب وثقافت کو اپنے ملک میں پھیلنے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان کے مقابلے میں جب بھی عوام میں سے کسی نے اپنے دینی و وطنی تقاضوں کو پورا کرنے کی بات کی یا اس کے لئے تحریک برپا کی وہ اپنے (مغرب کے وفادار) حاکموں کے نزدیک قابل گرفت اور گردن زدنی ٹھہرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وطن عزیز کو نظریاتی اور تعلیمی لحاظ سے جب بھی راہِ راست کی طرف لانے کی کوشش ہوئی، اس حکمران طبقے اور بیوروکریسی نے اس میں گوناگوں قسم کی رکاوٹیں پیدا کیں اور اسلامی تحریک برپا کرنے والے قائدین کو غدار اور تہذیب دشمن، دہشت گرد اور بنیاد پرست کہہ کر پابندِ سلاسل کردیا گیا۔

☆ پھر اس حکمران طبقے کو کمیشن دے کر، ان کے مغربی آقا سودی قرضے 'ایڈ' کے نام سے دے دے کر مسلمان ممالک کو اقتصادی جال میں گرفتار کرتے رہے اوران سے اپنے مفادات پورے کرواتے رہے۔ اب اگرچہ جمہوری طرزِ حکومت کی بنا پر حکمران ہر وقت بدلتے رہتے ہیں، مگر جو بھی آتا ہے وہ درحقیقت انہی مغربی آقاؤں کا مہرہ ہوتا ہے۔

اس وقت ہمارے وطن عزیز پاکستان کی سیاست یہی ہے کہ جو امریکہ کا وفادار ہے، وہی برسر اقتدار ہے اور جو حکمران ان کے مفادات سے ذرا سی سرتابی کرکے عوام کی خواہشات کے مطابق یا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اپنے ملی وملکی تقاضوں کے مطابق چلنا شروع کرے۔فوراً گردن زدنی قرار پاتا ہے یا پھراس کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جاتا ہے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے اسلام کا نام بکثرت لیتے ہیں۔اٹھتے بیٹھتے عوام کو مطمئن رکھنے اوراپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے ''اسلام ہمارا ضابطہ حیات ہے'' اور'' اسلام آج کے دور کے تمام لاینحل مسائل کے لئے نسخہ شفا ہے'' جیسے دل پذیر بول بولتے رہتے ہیں اوراندر سے مغربی مفادات پورے کرتے رہتے ہیں اوریہی وجہ ہے کہ منافقت اسلامی ممالک میں بڑھتی ہی چلی جاتی ہے جبکہ اسلام حجروں اور خانقاہوں میں مقید ہوتا جاتا ہے۔

☆ لہٰذا پورا کاروبارِحکومت مغربی قوانین (اینگلوسیکسن لاز) کے مطابق ہے۔

☆ آج تک ہمارا عدالتی نظام اسلامی نہیں بن سکا۔ ہمارا معاشی نظام سود درسود کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔قرضوں کی معیشت نے وطن عزیز میں مہنگائی، بے روزگاری کا بہت بڑا بحران پیدا کررکھا ہے اور ہمارے تمام مالی وسائل یہ حکمران طبقہ لوٹ لوٹ کر مغربی ممالک میں جمع کرا رہا ہے۔

☆ ہمارا تعلیمی نظام ۵۴ سال گزرنے کے باوجود بنیادی طور پرلادین ہے۔اس میں ملی وملکی تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، نہ اس میں فنی و پیشہ ورانہ تعلیم کا بندوبست ہے، نہ سائنسی تحقیق کا۔

☆ ہمارا پورا معاشرتی ڈھانچہ زیروزبر ہوکررہ گیا ہے۔ دینی تعلیم سے دوری اور ناواقفیت اوپر سے ڈش، ٹی وی، اورمیڈیا کی یلغار۔مغربی ثقافت نے ہمیں سرتا پا جکڑ لیا ہے، وہ ہمارے بیڈروم میں گھس آئی ہے۔ان حالات میں ہماری تمام دینی اصطلاحات اپنا مفہوم بدل چکی ہیں اورملی تقاضے زیرو زبر ہوچکے ہیں۔

☆ آج تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب، بے دینی، بے حسی، بے غیرتی اور بے حمیتی ہے۔

☆ منافقت کا دل پذیر نام مصلحت کوشی اور باس کی جی حضوری ہے۔

☆ سود کی لعنت ہمارے معاشروں میں 'نفع' (Interest,Profit) کے دلکش نام سے نہ صرف رائج ہے بلکہ ہماری پوری معیشت کو کنٹرول کررہی ہے۔

☆ موسیقی جودراصل بدروح کی غذا ہے، اب انسانی روح کی غذا باور کرائی جاتی ہے جبکہ مسلمان کے لئے ازروئے قرآنِ کریم ،اللہ کا ذکر روح کی غذا ہوا کرتا ہے۔

☆ عمل بالقرآن اب دورِقدیم کی یادگار ہے۔ جمعہ کی چھٹی منسوخ اوراتوار تعطیل کا دن قرار پایا ہے۔

☆ ستر وحجاب کو آج قید کا نام دے کر عورت کو گھر سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ اسے مساوی حقوق کا جھانسہ دے کر طلبِ معاش کا بوجھ اس کے ناتواں کندھوں پر ڈالا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے خاندان کا شیرازہ بکھرتا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

☆ آج جہاد کو دہشت گردی اور بنیاد پرستی قرار دے کر اس کو ختم اور معطل کرنے کے پروگرام جاری وساری ہیں اوراس کی جگہ لڑکوں کو کھیلوں میں بری طرح پھنسا دیا گیا ہے جتنا ہندوستان کشمیریوں کو دباتا ہے، اتنے زیادہ کھیلوں کے میچ، پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہوتے ہیں اور پھر صلح و آشتی، محبت، بھائی چارے اور تجارت و دیگر تعلقات کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس بہانے ''رام رام جپنا، پرایا مال اپنا'' کا اُصول رکھنے والے ہندوستان کو ہم پر بالا دست بنانے کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ ان حالات میں کوئی محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی کہاں سے آئے ؟

☆ افسوس جن بازوؤں کو حیدرِ کرار کی شمشیر آبدار بننا تھا وہ آج چھکے اور چوکے لگانے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کررہے ہیں۔

☆ جن خواتین کو عفت وحیا کے ساتھ اپنے گھروں میں اگلی نسل کی بہترین تربیت کرنا تھا، اب وہ نت نئے ہیر سٹائل، گہرے میک اپ اور عریاں لباسوں کے ساتھ بیوٹی پارلروں اور بوتیکوں کی زینت بن رہی ہیں تو کہیں دفتروں، ہوٹلوں، کلبوں اور طیاروں میں ملازمت کے دل پذیر نام سے مردوں کے دل لبھا رہی ہیں۔اس مخلوط تعلیم نے اور پھر مساوی ملازمتوں کے جھانسے نے نسوانی تقدس واحترام کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔تہذیب و ثقافت اور کلچر کے دلکش نام سے بدترین بے حیائی ہمارے اندر در آئی ہے۔'شوبز' ایک مقدس 'پیشہ' بن چکا ہے :

ناچ بیٹی کا ہے اور گانا باپ کا ہے اب یہی شعر وادب ہے، یہی فنکاری ہے!

☆ اب والدین کو ناراض کرکے محبت کی شادی جیسے گھمبیر مسائل آئے روز اخبارات کی زینت بنتے ہیں اور غیرت کے قتل جیسے مسائل بکثرت پیدا ہورہے ہیں۔

☆ بے شمار 'عورت بگاڑ' تحریکیں وجود میں آچکی ہیں۔مسلمان ممالک میں بہت سی یہودی تنظیمیں این جی اوز کے نام سے معاشرتی اصلاح کی خاطر گھس آئی ہیں۔ ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ معاشرتی اصلاح کے نام سے وہاں کی حکومتوں سے گراں قدر مشاہرے لیں اور عوام کو دین سے متنفر اور اقوام متحدہ کے ملحدانہ مغربی رویے کو وہاں جاری وساری کریں۔

پاکستان میں بھی ایسی بہت سی این جی اوز سرگرم عمل ہیں جو مسلمان عورتوں کو قاہرہ اور بیجنگ کانفرنس کے ایجنڈے کے مطابق مادر پدر آزاد بنانا چاہتی ہیں۔ پھر مردانہ ملازمتیں کرنے سے خواتین میں مردانہ پن پیدا کردیا گیا ہے۔ اب وہ نسوانی ذمہ داریوں کو بیکار کا بوجھ سمجھتے ہوئے ان سے اپنی جان چھڑانا چاہتی ہیں اور مردانہ کاموں کو اپنے لئے باعثِ شرف سمجھتی ہیں۔ اوپر سے طرہ یہ کہ حکومت کی طرف سے خواتین کو سیاست میں گھسیٹنے کے قانون پیش کئے جارہے ہیں تاکہ کسی طور یہ خواتین گھر سے تو باہر نکل کر معاشرہ کی رنگینی میں اضافہ کریں۔

☆ یہ ٹی وی اور ریڈیو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بڑا فریضہ ادا کرسکتے تھے، یہ جدید ذرائع ابلاغ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہمارے معاشرے میں زبردست انقلاب لا سکتے تھے۔ مگر اس وقت ہمارے ذرائع ابلاغ مغربی گندگی کو تیزی سے ہمارے معاشرے میں فروغ دے رہے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں ہی ایک طرف مسلمانوں میں غلط خبروں کے ذریعے افتراق وانتشار پھیلا رہے ہیں۔ دوسری طرف ان کی فحش فلمیں، کارٹون، ماڈلنگ، ریکارڈنگ، شوبز ہماری آنکھ کا سرمہ بنے ہوئے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل لہو ولعب، تفاخر وتکاثر اور مال ومتاع کی پجاری بن گئی۔ وہ رنگ، نسل زبان کے فتنوں میں گرفتار صوبائیت پرستی کا زہر پھیلانے میں مصروف، پاکستان کے مفادات کے خلاف سرگرمِ عمل ہے۔ اس وقت ہماری نوجوان نسل نہ اپنے کشمیری، فلسطینی، بوسنی اور افغانی بھائی بہنوں کی ٹیس کو سن سکتی ہے، نہ ان کے درد کو سمجھ سکتی ہے، نہ طیش میں خوفِ خدا دامن گیر ہوتا ہے، نہ عیش میں خدا کی یاد آتی ہے۔

آج ہماری زبانیں دین کی تعریف سے لبریز ہیں، خوفِ خدا کے بے شمار دعوے ہیں، عشق رسولؐ میں محافل میلاد کے قیام ہماری بڑی متاع سمجھے جاتے ہیں۔ ہر پروگرام کے آغاز میں سوز وجذبہ سے تلاوتِ قرآن اور عقیدت سے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ نعت پیش کرنے کے بعد ہم مطمئن ہیں کہ ہم مخلص مسلمان ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ملک کا سپریم لا شریعتِ اسلامی کے بجائے برطانوی قانون ہے۔ آخر کیوں نہ ہو، ہمارے وکیل، ڈاکٹر، انجینئر اور جج وغیرہ سب اسی نظامِ تعلیم کے پڑھے ہوئے ہیں۔ مقدمات کے فیصلے اسی انگریزی قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہم میں کئی سلمان رشدی، تسلیمہ ناظر اور ثریا میر پیدا ہو رہے ہیں۔ جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلامی احکامات کا واضح مذاق اڑاتے نہیں شرماتے۔ توہین رسالت کرنے والے اعزازات پاتے ہیں اور دینی مسائل میں انگریزی آقاؤں کے مشورے پر کتر بیونت کرنے والے بیش قیمت انعامات 'فضل ربی' سمجھ کر وصول کرتے ہیں۔ یہ مذاق کب تک جاری رہے گا؟

سیکولر نظامِ تعلیم کے علاوہ دیگر غیر ملکی سازشیں

مغربی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کے فکر ونظر کے زاویے بدل کر ہمیں بے حد نقصان پہنچایا گیا۔ غیر ملکی استعمار نے مسلمانوں سے کیا لیا اور ان کو کیا دیا؟ یہ سوال بڑا دردناک ہے۔ کہیں شاطرانہ چالوں سے، کہیں سنگینوں کے سائے میں اور غیر ملکی آقاؤں نے، دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں کو پسپا کیا۔ مصر، افریقہ، برصغیر پاک و ہند ہر جگہ ان کی لوٹ مار کے طریقے تقریباً یکساں تھے۔ چند جزوی تبدیلیوں کے ساتھ ہر جگہ اپنی زبان اور اپنا نظامِ تعلیم رائج کر کے مسلمانوں سے ان کی اسلامی غیرت اور مؤمنانہ حمیت کو بے دینی اور بے حسی میں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی ملحدانہ دین بیزار نظامِ تعلیم سے مسلمانوں کو بامِ ثریا سے زمین پر دے مارا گیا، عرش سے فرش پر گرا دیا گیا۔

۱۔ مسلمانوں کا مرکزِ وحدت یعنی خلافت کا اِدارہ چھین لیا گیا اور اس کی جگہ مسلمانوں کو بے شمار چھوٹے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بڑے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان کی پالیسی ہی یہ تھی: Divide & Rule (ان کو ٹکڑوں میں بانٹ کر ان پر حکومت کرو)۔ عرب ممالک کو 'عرب لیگ' دے کر مسلم ممالک سے الگ کر کے ۲۲ حصوں میں بانٹ دیا اور اب ہر حصہ اپنے اپنے مفادات کا اسیر ہے۔ اس وقت عالم اسلام تقریباً چھوٹے بڑے ۵۶ ملکوں پر مشتمل ہے۔ جبکہ پہلے پورا عالم اسلام ایک وحدت کہلاتا تھا۔ اس وقت عیسائیوں کے لئے دنیا میں مرکز موجود ہے، یہودیوں کے لئے مرکز ہے۔ مگر عالم اسلام، دنیا میں اپنی کثیر تعداد اور متعدد ملکوں کے باوجود اس کا کوئی مرکز نہیں ہے جو مسلمانوں پر پیش آنے والے مسائل پر آواز اٹھا سکے۔ OIC اس وقت اتنا بے وقعت ادارہ ہے کہ افغان امریکہ جنگ میں اس نے اپنی بے وقعتی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

۲۔ خلافت کی جگہ ہمیں جمہوریت کے کھلونے سے بہلایا گیا۔ جس کا مقصد ہی نوابوں، جاگیرداروں اور وڈیروں کو برسر اقتدار لانا ہے۔ اس جمہوری نظام کا خمیر ہی کچھ ایسا ہے کہ اس کے ذریعے کوئی دینی جماعت یا شخص آگے نہیں آسکتا۔

۳۔ مسلمانوں سے جہاد چھینا گیا، اس غرض کے لئے اپنے وفادار غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا جو انتہا درجے کا منافق تھا۔ اس نے نبوت کا سوانگ رچایا اور اپنی نئی شریعت میں جہاد کو موقوف قرار دیا۔ اس کے ذریعے مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کیا گیا۔ مجاہدین کو وہابی، بنیاد پرست، دہشت گرد وغیرہ جیسے کئی فرقوں میں بانٹ کر باہم دست وگریبان بنا دیا گیا۔ چند سال قبل قاہرہ میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں اسلامی ملک مصر کے دار الخلافہ میں خود مسلمان حکمرانوں نے اسلامی دہشت گردی سے نپٹنے کے لئے لائحہ عمل طے کیا۔ ان کو مجاہدین کی سرگرمیاں تو دہشت گردی نظر آتی ہیں مگر کشمیر، افغانستان، بوسنیا، فلسطین، چیچنیا اور افغانستان میں سربوں، یہودیوں، روسیوں، ہندوؤں اور امریکیوں کے مظالم نظر نہیں آتے، نہ یہاں کی مسلم ماؤں بہنوں کی دلدوز چیخ وپکار سنائی دیتی ہے۔

۴۔ یو این او کے ذریعے یہودیوں اور عیسائیوں کو ہم پر تسلط جمانے کا خوب موقع ملا۔ بڑے سے بڑا اسلامی ملک کس طرح امریکہ بہادر کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا نظر آتا ہے۔ ان کا دست نگر اور غلام بن چکا ہے۔ پھر اسی یو این او یعنی اقوامِ متحدہ کی آڑ میں ہمیں بے پناہ مالی، صحافتی، تعلیمی، تہذیبی، غرض ہر محاذ پر زبردست نقصان پہنچایا گیا۔ کہیں مسلمانوں پر اغیار کے ظلم وستم کا بازار گرم ہوا۔ یو این او کے قوانین کی رو سے کوئی مسلمان ملک متاثرہ ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتا۔

۵۔ تمام ذرائع ابلاغ پر یہود کا کنٹرول ہے۔ اسلامی ممالک کے تمام مالی وسائل پر ان کو دسترس حاصل ہو چکی ہے۔ ورلڈ بینک، آئی ایم ایف کے ذریعے ہمارے معاملات کنٹرول کئے جا رہے ہیں۔ مسلمان جوہری توانائی کے محتاج ہیں مگر حیلے بہانوں سے ان کے جوہری پلانٹوں کو تاخت وتاراج

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کر دیا جاتا ہے۔ مبادا مسلمان کوئی قوت نہ بن جائیں۔ پاکستان کی اکلوتی جوہری قوت کے خلاف آئے روز سازشیں اور پابندیاں کھڑی کی جاتی ہیں۔

تعلیمی پالیسی برائے سال 1997ء تا 2010ء

پاکستان کی نئی سرکاری تعلیمی پالیسی جو فی الوقت نافذِ عمل ہے، حسبِ سابق وہ رواں مغربی تعلیم ہی کا تسلسل ہے۔ یہ پالیسی آئین پاکستان کی دفعہ ۳۱ اور ۳۷ (جو تعلیم سے متعلق ہیں) کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔اس پالیسی میں

۱۔ ذریعہ تعلیم اُردو زبان کو نہیں بنایا گیا۔ انگریزی، اُردو یا مادری زبان کہہ کر معاملہ پھر مبہم کر دیا گیا ہے۔ زبان فقط اظہارِ خیال ہی کا ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ یہ اپنی قوم کی صدیوں پر محیط دینی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی قدروں کی امین ہوتی ہے۔ یکساں ذریعہ تعلیم پورے ملک میں اتحاد، یکجہتی اور استحکام پیدا کرنے کا ضامن ہوتا ہے۔ جبکہ مختلف ذریعہ ہائے تعلیم کی موجودگی ایک طرف خود تعلیم کے معیار کو پست کرنے کا سبب ہے۔ دوسری طرف ملک میں لسانی اور صوبائی تعصب کو پروان چڑھانے کا باعث بنتی ہے اور وطن عزیز کو انتشار اور افتراق کی راہ پر ڈالتی ہے۔

لہٰذا حکومت سے گذارش ہے کہ وہ کلاس اوّل سے لے کر میٹرک تک صرف اردو کو ذریعہ تعلیم بنا کر دستوری تقاضا بھی پورا کرے اور معیارِ تعلیم کو بھی بلند کرنے کا کردار ادا کرے۔اس سے ملک میں یکساں طرزِ فکر اور اتحاد و یکجہتی پیدا ہوگی۔

۲۔ پرائمری تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میٹرک پاس اساتذہ بچوں کو کیا سکھائیں گے۔اعلیٰ قابلیت کے حامل تربیت یافتہ اساتذہ کو پرائمری تعلیم کے لئے تعینات کیا جائے۔ان کے معقول مشاہروں کا بندوبست ہو۔اساتذہ کی تعداد بڑھائی جائے۔ اساتذہ اور بچوں کی نسبت ۱:۲۰ ہونی چاہئے۔تاکہ وہ بچوں کا کام ذاتی نگرانی میں پوری توجہ سے چیک کریں، ہاتھ پکڑ پکڑ کر ان کی لکھائیں درست کروائیں۔ درست تلفظ، ہجے، املا، گنتی، بنیادی حساب...... ان سب کاموں کے لئے پرائمری کی سطح پر زیادہ اساتذہ کا تقرر لازمی ہے۔نیز خوشخطی سکھانا، قرآن پاک ناظرہ، تجوید کے ساتھ پڑھانا، عربی کا بنیادی تعارف وغیرہ پوری توجہ اور مہارت سے دینا ضروری ہے۔ ہر استاد زیادہ سے زیادہ ۲۰، ۲۵ بچوں تک صحیح کام کروا سکتا ہے۔

پرائمری سطح کے اساتذہ کی تربیت پر بھی مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔تعلیم کے لئے سنجیدگی سے زیادہ بجٹ مختص کیا جائے اور اس کا کم از کم نصف پرائمری تعلیم کے لئے وقف ہو۔

۳۔ طلبہ کو انفرادی و اجتماعی زندگی کتاب وسنت کے مطابق گزارنے کے قابل بنانا ہمارے دستور کا تقاضا ہے۔لہٰذا نظریاتی جہت کی طرف توجہ دینے کی بڑی ضرورت تھی، مگر اس سے صرفِ نظر کر کے تعلیم کو صرف برائے حصولِ معاش کی پالیسی دی گئی ہے، یہ بنیادی نصب العین سے انحراف ہے۔ ہماری

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تعلیم کو ملک کے نظریاتی تحفظ کا ضامن ہونا چاہئے۔ لہٰذا جو نئے نصابات مدون کئے جائیں، بیجنگ اور قاہرہ کانفرنسز کے ایجنڈے کے بجائے اسلام کی روشنی میں مرتب کئے جائیں۔

۴۔ بی ایس سی/ بی اے کا کورس چار سالہ کرنے سے تعلیم کا دورانیہ بہت لمبا ہوجائے گا۔ اس طویل دورانئے کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز سمسٹر سسٹم کے ذریعے اور معروضی سوالات کے ذریعے تعلیم کو جاندار بنانے کی ضرورت ہے۔

۵۔ آج کل اکیڈمیوں کی وَبا زوروں پر ہے۔ تمام طلبہ ٹیوشن پر زور صرف کرتے ہیں اور تعلیمی اداروں کا کردار کم سے کم تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ ایسا نظام بنانے کی ضرورت ہے کہ اکیڈمیوں اور ان گرانقدر ٹیوشنز کو حکماً بند کردیا جائے اور تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی پروموشن ان کی بہتر کارکردگی سے وابستہ کردی جائے۔

۶۔ راولپنڈی میں جو خواتین یونیورسٹی قائم کی گئی ہے، اس کا ماحول مغربی اور نصاب بھی مغربی ہے۔ عورتوں کے حوالے سے نصاب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ پھر صرف ایک یونیورسٹی بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں چاروں صوبوں میں بھی ایک ایک خواتین یونیورسٹی، خواتین کی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے اور ان میں نسوانی تقاضوں سے ہم آہنگ نصاب مقرر کئے جائیں۔

۷۔ میٹرک، ایف اے/ایف ایس سی اور بی اے/ بی ایس سی کی سطح پر انگریزی کو لازمی قرار دینے سے ہمارے ملک کا بہت قابل جوہر ضائع ہورہا ہے۔ اس کو ایک اختیاری مضمون قرار دینے سے ہمارے وطن عزیز کے بیشتر نوجوانوں کا بھلا ہوگا اور تعلیمی معیار ان شاء اللہ بڑھے گا۔ شرح خواندگی میں بھی اضافہ ہوگا خود سائنسی علوم وفنون کو بھی فروغ حاصل ہوگا۔ اعلیٰ درجے کی سائنسی علوم پڑھنے کے لئے طلبہ کے لئے الگ انگریزی کے کورسز قائم کئے جاسکتے ہیں۔

۸۔ میٹرک کی سطح پر ترجمہ قرآن پڑھانے کا فیصلہ خوش آئند تھا مگر یہ سلسلہ کلاس ششم سے شروع کرکے میٹرک تک کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ صرف دو سال میں مکمل قرآن پاک کا ترجمہ پڑھانا عملاً ناممکن ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس نصاب کو توسیع دینے کی بجائے اس میں ہی کمی کردی گئی، جس پر تمام دینی جماعتوں نے خوب احتجاج بھی کیا۔ اس پر مزید یہ کہ اب سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کو نصاب سے نکالنے کے احکامات صادر کئے جارہے ہیں۔

۹۔ ہر طالب علم کو اپنے عظیم الشان ماضی سے لازماً روشناس کروانے کے لئے مطالعہ پاکستان کی تدریس کے لئے بھی خصوصی بندوبست کیا جائے۔ ہر طالبِ علم کو اتنا ضرور معلوم ہو کہ الجبرے میں کوئی عمر خیام اور خوارزمی بھی تھا۔ کیمیا میں کوئی ابن حیان بھی تھا، فلسفے میں کوئی ابن رشد اور ابن سینا بھی تھا۔ اس طرح نوجوانوں کو ہر شعبۂ علم میں اپنا حصہ لازماً نظر آنا چاہئے۔

۱۰۔ ٹیکنالوجی کا سب سے بڑا ہتھیار 'انفارمیشن میڈیا' ہے جس کا سفر پرنٹ میڈیا سے شروع ہوا تھا اور

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جس نے انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا کی ثقافت، معیشت اور معاشرت کو زیر کرلیا ہے۔ جسے موجودہ دور میں ترقی یافتہ ممالک تجارتی و کاروباری سرگرمیوں کے فروغ کے لئے استعمال کررہے ہیں اور اس طرح انفرمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال سے نفسیاتی فتوحات کا عمل جاری ہے۔ ہمیں بحیثیتِ قوم اپنے لئے ایک واضح راہِ عمل متعین کرنی چاہئے۔

برس ہا برس کی تحقیق کے بعد مغربی دنیا نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت وہ مقام پیدا کرلیا ہے کہ وہ ساری دنیا کی معیشت اور سیاست پر قابض ہوچکی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی تعلیم و تحقیق کے شعبوں پر خصوصی توجہ دیں اور مغربی دنیا کی تحقیق سے فائدہ اٹھا کر تحقیق کی نئی جہتیں تلاش کریں جس سے ہمیں اپنے معاشی و معاشرتی مسائل حل کرنے میں مدد ملے۔

ہم نئی تحقیقات اور کتب و رسائل کو انٹرنیٹ کے ذریعے حاصل کرکے ان کے قومی و علاقائی زبانوں میں تراجم کا بندوبست کرسکیں تو کوئی وجہ نہیں کہ چند ہی سالوں میں وطن عزیز میں موجود ٹیلنٹ سے بھرپور استفادہ نہ کرسکیں اور مختلف شعبوں میں ایسے ہزاروں ڈاکٹر عبدالقدیر تلاش کرلیں جن پر ہماری آنے والی نسلیں فخر کرسکیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہماری تاریخ ایسے افراد کے عظیم الشان کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ جنہوں نے قوم کو نہ صرف شعور بخشا، انہیں اعتماد کی دولت سے مالا مال کیا، ملک وملت کی بقا اور استحکام کی خاطر جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف کیا۔

مثبت شرح خواندگی میں اضافے کے لئے تجاویز

اگر ہم واقعی فروغِ تعلیم کے لئے مخلص ہیں تو ضروری ہے کہ یہ مہم ایک مشن اور عبادت سمجھ کر انجام دی جائے :

۱۔ تعلیمی اداروں کو آزاد فضا مہیا کی جائے اور ان کو سیاسی اثر ورسوخ سے پاک کیا جائے۔

۲۔ مسجد مکتب سکیم رائج کی جائے۔ پرائمری تعلیم کے فروغ میں اس سے بہت مدد ملے گی۔

۳۔ ذریعہ تعلیم اپنی قومی زبان اردو کو قرار دیا جائے اور ساتھ کلاس سوم سے عربی لازمی قرار دی جائے۔ کلاس ششم سے انگریزی شروع کی جائے۔ علاوہ ازیں میٹرک کی سطح پر صوبائی زبانوں میں سے کسی ایک کا (اپنی زبان کے علاوہ) لینا بھی ضروری قرار دیا جائے تاکہ بین الصوبائی روابط کو فروغ حاصل ہو، ان میں ہم آہنگی پیدا ہوسکے۔

انگریزی میٹرک تک لازمی رہے، آگے انٹر اور بی اے ر بی ایس سی کی سطح پر اختیاری قرار دی جائے بیشتر طلبہ انگریزی کی رکاوٹ کی بنا پر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو نشوونما دینے سے عاجز رہ جاتے ہیں۔

۴۔ ممبران قومی وصوبائی اسمبلی کے لئے لازم قرار دیا جائے کہ

ا۔ وہ نماز، روزہ اور اسلامی احکامات کے پابند ہوں۔

© rasailojaraid.com

ب. قرآن پاک ناظرہ پڑھ سکتے ہیں اور قرآن پاک کا ترجمہ جانتے ہوں۔ بی اے تک ان کی تعلیم کا اقدام خوش آئند ہے، لیکن شنید ہے کہ اس میں بھی تبدیلی کے لئے حکومت نے سمجھوتہ کرلیا ہے، اس معیار کو کم کرنے سے وطن میں تعلیم یافتہ اور باشعور سیاست کے رجحان میں کمی واقع ہوگی کیونکہ اس سے کم تعلیمی قابلیت کے حامل اراکین قانون سازی میں موٴثر کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ حکومت کو اس پر سٹینڈ لینے کی ضرورت ہے۔

ج. ان کے لئے اپنے اپنے حلقہ میں کم از کم چار پرائمری سکول اور دو ہائی سکول (ایک لڑکوں کے لئے ، ایک لڑکیوں کے لئے) قائم کرنا لازم قرار دیا جائے۔

۵۔ اساتذہ کی تقرری میں ان کے تعلیمی کوائف و قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کے کردار اور نظریاتی وابستگی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ اگر کوئی استاد کسی بھی وقت دین کے خلاف ہرزہ سرائی کرے یا حب الوطنی کے منافی کوئی بات کہے یا کسی سرگرمی میں حصہ لیتا ہوا پایا جائے، تو اسے معطل کر دیا جائے۔

باقی رہے مالی معاملات، تو جب اصحابِ خیر حکومت کو تعلیم کے معاملے میں مخلص پائیں گے تو پھر اس کارِخیر میں حصہ ڈالنا وہ اپنے لئے باعثِ فخر خیال کریں گے۔ وما علينا الا البلاغ

© rasailojaraid.com